ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر محمد صابر

لیکچرار شعبہ اُردو، جامعہ ہزارہ مانسہرہ ۔

ڈاکٹر رابعہ شاہ

لیکچرار شعبہ اُردو، جامعہ ہزارہ مانسہرہ ۔

ڈاکٹر محمد الطاف یوسفزئی

صدر شعبہ اُردو، جامعہ ہزارہ مانسہرہ، پاکستان۔

مصطفیٰ زیدی کی شاعری میں انقلابی عناصر

Dr. Muhammad Sabir
Lecturer Department of Urdu, Hazara University Mansehra
Dr. Rabia Shah
Lecturer Department of Urdu, Hazara University Mansehra
Dr. Muhammaf Altaf Yousofzai
Chairman, Department of Urdu, Hazara University Mansehra.

Revolutionary Elements in Mustafa Zaidi's Poetry

This article delves into the poetic realm of Mustafa Zaidi, a renowned Urdu poet whose work reflects a profound engagement with the socio-political landscape of his time. Focused on the thematic exploration of revolution, this study aims to unravel the intricacies of Zaidi's poetic expressions, shedding light on the ways in which he captures the spirit of transformation and upheaval. By examining key works such as "میری پتھر آنکھیں" "جلوسِ رسوائی"," "اقوامِ متحدہ"," "میں امن چاہتا ہوں" and "مارشل لا سے مارشل لا تک" the article explores the poet's nuanced use of language, symbolism, and historical context to articulate a vision of societal change. Additionally, it examines Zaidi's unique perspective on revolution, drawing connections between his poetry and the broader intellectual and political currents that shaped his era. Through a comprehensive analysis, this article seeks to contribute to a deeper understanding of Mustafa Zaidi's contribution to Urdu literature and his role in shaping the discourse on revolution in the poetic landscape.

Key Words: *Realm of Mustafa Zaidi, socio-political, realms of human emotion, psychological aspects, grief, loneliness, and sadness, human psyche, thematic exploration of revolution, intricacies of Zaidi's poetic expressions.*

بیسویں صدی کے ایک نامور شاعر سید مصطفی حسین زیدیؔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں پیدا ہوئے اور ۴۰ سال کی مختصر عمر میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو کراچی میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ ۱۹ سال کی عمر میں ان کا پہلا مجموعہ موج "میری صدف صدف" منظر عام پر آ چکا تھا۔اس کے بعد ان کے مزید پانچ مجموعے "روشنی"، "شہر آذر"، "گریباں"، "قبائے ساز" اور "کوہِ ندا" شائع ہوئے۔جوش ملیح آبادی کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے شروع ہی سے ان کی شاعری میں جوشؔ کے اثرات نمایاں تھے جو کہ آگے چل کر باقاعدہ انقلاب کی شکل اختیار کر گئے۔ مصطفی زیدیؔ کا انداز منفرد اور فکرِ تخیل انقلابی تھی۔ علامہ اقبالؔ اور جوشؔ کی طرح زیدیؔ بھی مجموعہ اضداد تھے۔ مرزا حامد بیگ زیدیؔ کی شخصیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "مصطفیٰ زیدیؔ کی ذات کا افسانہ، عجب فسانہ ہے کہ اس کی بابت عینی شہادتیں بھی مشکوک ہیں۔ وہ مجموعہ اضداد تھا، اب کون دعویٰ کرے کہ اسے یکجا دیکھا۔ اُس نے اپنے حصے بخرے کر کے ادھر ادھر بکھیر چھوڑے تھے۔ہر حصہ ایک معمہ، اصل کی خبر کون لائے"۔(۱)

مصطفی زیدیؔ ان خوش قسمت شعرا میں سے ہیں جنہیں اپنی زندگی میں ہی شہرت حاصل ہو چکی تھی۔ زیدیؔ کی شاعری میں انقلابی رنگ نمایاں طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ انہیں انقلابی نظمیں لکھنے پر کچھ تو ملکی حالات اور عالمی ماحول نے اکسایا اور کچھ جوشؔ کی انقلابی شاعری نے رہنمائی کی۔ زیدیؔ کا تصور انقلاب حد سے بڑھی ہوئی جذباتیت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ وہ تبدیلی کو ہی انقلاب کا نعم البدل سمجھتے ہیں۔

فکری اعتبار سے زیدیؔ اشتراکی تھے اور سرمایہ دارانہ نظام کے سخت خلاف تھے۔ اس لیے ان کی شاعری کا ایک بڑا حصہ انقلابی سوچ پر مشتمل ہے۔ وہ غلامی سے سخت نفرت کرتے ہیں اور آزادی کے لیے شدید تڑپ رکھتے ہیں۔ ان کی شاعری میں غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنے کا جنون نظر آتا ہے۔ مصطفی زیدی، جوشؔ سے متاثر تھے۔ جنس اور انقلاب ان کی شاعری کے نمایاں پہلو ہیں۔ مصطفی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

زیدیؔ کی شاعری کا دور دو عالمی جنگوں اور تقسیم ہند کا دور ہے۔ اس دور کے اکثر شعرا کے ہاں بغاوت اور انقلاب کا رنگ نظر آتا ہے۔ مصطفی زیدیؔ کی نظموں اور غزلوں میں یکساں طور پر انقلابی رنگ موجود ہے۔ چونکہ مصطفی زیدیؔ کا دور نظم کادور تھااس لیے پہلے ان کی انقلابی نظموں پر بحث زیادہ مناسب ہو گی۔

مصطفیٰ زیدیؔ کی نظموں میں انقلابی عنصر:

مصطفیٰ زیدیؔ کی فکر کا ایک اہم اور بنیادی عنصر سماجی انقلاب ہے۔ اشتراکیت کے نام نے انھیں ترقی پسند ادب میں منفرد حیثیت دلائی وہ محض نام کے ترقی پسند نہیں بلکہ ان کے ہاں سماجی انقلاب ایک ٹھوس حقیقت کے روپ میں سامنے آتا ہے۔ زیدیؔ کی نظر سیاسی اور سماجی نظام پر تھی اس لیے ان کی شاعری میں"کوہِ ندا"، "میری پتھر آنکھیں"، "جلوسِ رسوائی" اور "مارشل لا سے مارشل لا تک" جیسی نظمیں دیکھنے کو ملتی ہیں جس میں ترقی پسندانہ خیالات کائناتی لہجے میں ڈھل کر سامنے آتے ہیں۔ یہاں زیدیؔ کی شاعری محض ترقی پسندانہ یا ہنگامی نہیں رہ جاتی بلکہ اس میں آفاقیت نظر آتی ہے۔ مرزا حامد بیگ اس حوالے سے "مصطفیٰ زیدیؔ کی کہانی" میں رقم طراز ہیں:

> "گریبان " کے چھپنے تک مصطفیٰ ' زیدیؔ پوری طرح مارکسی بن کر سامنے آیا تھا۔ لیکن اس نے دیکھنے کے لیے محض چند روزن نہیں کھول رکھے تھے۔اس کی نظر تمام تر سیاسی اور سماجی نظام پر تھی، اور اس کا ثبوت "مری پتھر آنکھیں "اعتراف" "جلوس رسوائی" "کوہ ندا" اور "مارشل لاء سے مارشل لاء تک" جیسی نظمیں ہیں۔ان نظموں میں اس کے ترقی پسندانہ خیالات ایک ایسے عالمگیر لہجے میں ڈھلے کہ اس کی شاعری محض ہنگامی اور وقتی نہیں رہ گئی"۔ (۲)

مصطفیٰ زیدیؔ کی انقلابی سوچ ان کے ابتدائی مجموعے "روشنی" ہی سے نظر آتی ہے۔ اُن کی شاعری میں ترقی پسندانہ نظریات میں رومانوی لب و لہجہ نظر آتا ہے اور کہیں ترقی پسندی کا عنصر غالبؔ نظر آتا ہے۔ جہاں زیدیؔ کا انداز خطیبانہ ہو جاتا ہے لیکن مجموعی طور پر وہ ترقی پسندوں کے ساتھ چلتے نظر آتے ہیں۔ان کے ہاں مارکسزم کے ٹھوس نظریات نظر آتے ہیں۔ واضح رہے کہ مصطفیٰ زیدیؔ کی

شاعری کے ارتقائی مراحل میں ان کی فکری اور موضوعاتی سطح بہت بلند ہے۔ رومانیت جو زیدیؔ کی شاعری کا اہم جزو ہے وہ کہیں مدہم تو کہیں تیز دکھائی دیتی ہے۔ اس حوالے سے زیدیؔ کو ایک باغی رومان پسند حقیقت نگار کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ روشنی کے سفر میں زیدیؔ شروع ہی سے انقلابی سوچ کے مالک نظر آتے ہیں ۔روشنی کی نظم "کرن" میں وہ پُرامید نظر آتے ہیں کہ رات کے بادل چھٹ جائیں گے اور روشن صبح ضرور طلوع ہوگی۔

"چھُپ گئے رات کے دامن میں ستارے لیکن
ایک ننھا سا دیا اب بھی ہے ہم راہ و نشاں
ایک ننھا سا دیا اور یہ شب کی یورش
اور یہ ابر کے طوفاں ، یہ کُہرا ، یہ دُھواں

اک نئے عہد کی امید، نئی صبح کی ضو!!
اس اندھیرے سے اُبھرتے ہیں چراغاں کتنے
زیست کے جامۂ صد چاک کا ماتم کیسا!
زیرِ تخلیق ہیں خلاّق گریباں کتنے"(۳)

"روشنی" سے "قبائے ساز" تک مصطفیٰ زیدیؔ کے لہجے میں خاصی تبدیلی محسوس کی جا سکتی ہے۔ ان کا خطیبانہ لہجہ اب باغیانہ پن کی طرف گامزن ہے اور ان کے ہاں اب انقلابی رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ "قبائے ساز" میں کئی نظمیں ایسی ہیں جن میں انقلاب کا رنگ نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ انہی نظموں میں سے ایک نظم "زخم سفر" ہے جو ان کے ترقی پسندانہ رجحان سے بھرپور دکھائی دیتی ہے۔ اس نظم میں جہاں انقلاب کی بات ہوتی ہے وہاں قلم کی عظمت اور قلم کار کے منصب کا مقام و مرتبہ بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ تاریخ انسانی میں ہر انقلاب قلم کار کے مرہونِ منت رہا ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جہاں قلم نے ہمیشہ جبر کے خلاف جہاد کیا وہاں یہ حقیقت بھی ایک المیہ کے طور پر موجود ہے کہ ان قلم کاروں میں سے بعض قلم فروش ایسے بھی ہیں جنہوں نے نہ صرف دولت کی خاطر سچ کو چھپایا بلکہ بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے ظالم بادشاہوں اور حکمرانوں کے قصیدے بھی لکھے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)

مصطفیٰ زیدیؔ قلم کی حرمت و تقدس کو جانتے بھی ہیں اور پہچانتے بھی ہیں اُن کے نزدیک قلم ایک مقدس امانت ہے اور قلم کار بلند مرتبے کا حامل شخص ہے۔ اس لیے تاریخ ہمیشہ قلم پر اور اہل قلم پر نظر رکھتی ہے اور ہلکی سی جنبش کو بھی نظر انداز نہیں کرتی۔ "زخمِ سفر" میں قلم کی اہمیت ووقعت اس انداز سے بیان کی گئی ہے:

"ہزار راہِ مُغیلاں ہے کارواں کے لیے
لہو کا رنگ ہے تزئینِ داستاں کے لیے
قدم قدم پہ بڑی سختیاں ہیں جاں کے لیے
کئی فریب کے عشوے ہیں امتحاں کے لیے
زمانہ یوں تو ہر اِک پر نظر نہیں کرتا
قلم کی بے ادبی درگزر نہیں کرتا

قلم کی راہ میں جو آئے دِل کو مار کے آئے
شبِ درازِ غمِ بے کراں گُزار کے آئے
گلے سے طوقِ زماں و مکاں اُتار کے آئے
بڑے بڑوں کو ببانگِ دُہل پُکار کے آئے
بہت جہاد طلب ہے رہِ وفا اِس کی
کہ انتہائے جنوں سے ہے ابتدا اِس کی" (۴)

مصطفیٰ زیدیؔ جانتے ہیں کہ قلم کا راستہ کتنا دشوار ہے اور مقصد کے حصول کے لیے خارِ مغیلاں سے گزرنا پڑتا ہے۔ قلم حق و سچائی کی ترجمان اور محسنِ انسانیت ہے۔ اس لیے قلم کار کو اپنے مقام و مرتبے کا احساس ہونا چاہیے اور یہ جان لینا چاہیے کہ یہ بہت کٹھن راستہ ہے اس لیے جو بھی اس راستے کا انتخاب کرے وہ سر پہ کفن باندھ کر آئے۔ زیدیؔ اس حقیقت کو عام کرنا چاہتے ہیں کہ جب بھی آپ حق و صداقت کی بات کریں گے تو آپ کے راستے میں رکاوٹیں ڈالی جائیں گی۔ جتنے بھی پیغمبر اس دنیا میں آئے سب نے مشکلات کا سامنا کیا مگر حق گوئی سے باز نہ آئے، بالکل اسی طرح انسان کو

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

بھی سچائی کی بات کرنا ہوگی۔ نظم "ایک علامت" میں زیدیؔ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب بھی ظلم و جبر اپنا اثر دکھائے دے گا تب تک اس کے خلاف آواز بلند ہوگی اور حق و باطل کا یہ ٹاکرا ہمیشہ رہے گا۔

"ہر پیمبر پہ ہنسا ہے یہ زمانہ لیکن
ہر پیمبر نے جھکائی ہے زمانے کی جبیں
اپنے ہم عصر سے خائف نہ ہوا ے وقت کی آنچ
اس کی مٹی میں ستاروں کا دھواں ہے کہ نہیں
اسی مٹی سے دمکتی ہے یہ دھرتی ورنہ
درد یک ساغر غفلت ہے چہ دنیا وچہ دیں

شہر کی تیرہ و تاریک گزر گاہوں میں
داستاں ہو گی تو منٹو کا قلم لکھے گا
زیست قانون و فرامین قفس کے آگے
بے زباں ہو گی تو منٹو کا قلم لکھے گا
اس شفاخانۂ اخلاق میں نشتر کے قریب
رگ جاں ہو گی تو منٹو کا قلم لکھے گا" (۵)

ایک سچا تخلیق کار ہمیشہ حقیقت کا ترجمان ہوتا ہے۔ وہ باطل کے سامنے کبھی شکست تسلیم نہیں کرتا وہ اپنے فن کا سودا نہیں کرتا اگرچہ دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے جو ضمیر کا سودا کرتے ہیں مگر سچے فنکاروں نے ہمیشہ اپنے فن کو دولت و شہرت پر ترجیح دی ہے اور اپنے قلم کی حرمت کا ہمیشہ خیال رکھا۔ مصطفیٰ زیدیؔ بھی ایسے فنکاروں میں ہیں جنھوں نے قلم کو سچ بولنا سکھایا۔ حقیقت کے بیان میں انھوں نے کبھی مصلحت سے کام نہیں لیا اور یہی درس انھوں نے دوسروں کو بھی دیا۔ کوہِ ندا" میں مصطفیٰ زیدیؔ کی ترقی پسندانہ سوچ کھل کر سامنے آتی ہے۔ انھیں یقین ہے کہ ظالم کے سامنے ڈٹ

کر ظلم کا مقابلہ کرنے سے ایک نہ ایک دن آزادی کی صبح طلوع ہوگی کیونکہ ہر رات کے بعد صبح ضرور ہوتی ہے۔

مصطفیٰ زیدیؔ کی شاعری کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے نظم اور غزل دونوں میں اپنا لوہا منوایا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کی غزلیات میں بھی ان کے انقلابی رجحانات کا سراغ لگایا جائے۔

مصطفیٰ زیدیؔ کی غزلوں میں انقلابی عنصر:

مصطفی زیدیؔ حقیقتاً رومانیت کے قائل تھے مگر طبقاتی نظام، ظلم و جبر کی یلغار، معاشرتی اقدار کی پامالی، معاشی ناانصافیاں اور سماجی مسائل نے زیدیؔ کا رخ انقلاب کی طرف موڑ دیا۔ مصطفیٰ زیدیؔ اصل میں محبت کے قائل تھے اور یہی محبت انقلاب کا محرک بنی دراصل محبت کو رومانیت میں مرکزیت حاصل ہے جس سے انقلاب کی راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ انقلاب کا راستہ کٹھن اور دشوار راستہ ہے اس راستے پر چلنے والے اپنی ذات اور جذبات کو پس پشت ڈال کر ملی مقاصد کو ترجیح دیتے ہیں ایسے مقام پر ان کے ذاتی جذبات کی اہمیت کم ہو جاتی ہے، بقول مصطفی زیدیؔ:

"تھوڑی سی دیر صبر کر اس عرصہ گاہ میں
اے سوز عشق ہم کو ابھی اور کام ہیں" [۶]

مصطفی زیدیؔ اپنے انفرادی جذبات و احساسات کو ایک طرف رکھ کر انسانیت کی خاطر سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ انسانیت کی یہ فکر اور محبت ایک بالغ النظر اور رومان پسند شاعر کی خصوصیات ہیں چونکہ محبت سے انسان میں وسعت نظری پیدا ہوتی ہے اور انسان اپنے دائرے سے نکل کر آفاقیت کی فکر میں مگن ہو جاتا ہے۔ یہاں اس نفسیاتی پہلو کی وضاحت ضروری ہے کہ فردِ واحد کا غم اسے انسانیت کے غم کو محسوس کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ محبت کا یہ آفاق گیر تصور ہی دراصل انقلاب کا موجب بنتا ہے۔ انقلاب کے راستے پر چلنے والے شخص کے نزدیک محبت کی معراج یہی ہوسکتی ہے کہ جہاں وہ اپنے محبوب کے تناظر میں پوری کائنات کے دکھ درد کو محسوس کرتے ہوئے اس کا مداوا کرنے کی کوشش کرے۔ مصطفی زیدیؔ کی غزلیات میں اس کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔

"درد دل بھی غم دوراں کے برابر سے اٹھا
آگ صحرا میں لگی اور دھواں گھر سے اٹھا"[۷]

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)

مصطفیٰ زیدیؔ اپنے ذاتی غم میں انسانیت کے غم کو محسوس کرتے ہیں جو کہ انقلابی ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ بے بس اور لاچار انسانیت کی پکار انقلابی شاعر کی کمزوری ہے، پھر سماج کے خلاف آواز اٹھانا وقت کا تقاضا اور اہم فریضہ بن جاتا ہے۔ ایسے حالات میں زیدیؔ اپنے جذبات کو چنداں اہمیت نہیں دیتے اور سماج کی بہتری کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔

"غم اگر کرو تو اس کا کہ سماج ابھی وہی ہے
ارے یہ بھی کوئی غم ہے کہ نہ مل سکیں گے ہم تم"(۸)

مصطفیٰ زیدیؔ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک یہ سماج تبدیل نہیں ہوگا کمزور طبقے کا استحصال جاری رہے گا جو کہ فکر طلب بات ہے۔ ذات سے جڑی محرومیاں اور غم اس کے سامنے کوئی معنی نہیں رکھتے اگر سماج میں خاطرخواہ تبدیلی آ جائے تو انسانیت کے دکھوں اور غموں میں ضرور کمی واقع ہوگی اس لیے وہ مسئلے کی تہ تک پہنچ کر اس کا حل تلاش کرنے میں مصروفِ عمل ہیں۔ زیدیؔ اپنے عہد کے ادیبوں اور فنکاروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ تمام ادیب اس کشمکش میں ہیں کہ ایسے نظام میں کیونکر رہ سکتے ہیں، یا تو انھیں چھپ کر زندگی گزارنا ہوگی یا پھر انقلاب کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔

"اس کشمکش میں سارے ادیبوں کا ذہن ہے
دل کی طرف چلیں کہ ادارے کے پاس جائیں

یا جا کے چھپ رہے کسی شیشے کے قصر میں
یا عصرِ انقلاب کے آرے کے پاس جائیں"(۹)

مصطفیٰ زیدیؔ ایک حقیقت پر کئی دوسری حقیقتوں کا قیاس کرتے ہیں، وہ اپنی آنکھوں سے سنسان سڑکوں اور شہر میں سناٹے کے منظر دیکھتے ہیں اور جب اس کے سناٹے کی اصل وجہ تک پہنچتے ہیں تو ان کے وجود پر لرزہ سا طاری ہو جاتا ہے، دل و دماغ پر سکتے کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس سناٹے میں پوشیدہ حقیقت کو سمجھتے ہوئے مزید سانحات کے رونما ہونے کی خدشے سے پریشان ہو جاتے ہیں۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)

"کونپلیں ریت سے پھوٹیں گی سرِ دشتِ وفا
آبیاری کے لیے خونِ جگر تو لاؤ

شہر کے کوچہ بازار میں سناٹا ہے
آج کیا سانحہ گزرا ہے خبر تو لاؤ" (۱۰)

مصطفی زیدیؔ سمجھتے ہیں کہ وہ اس سماج کو بزور شمشیر تبدیل نہیں کر سکتے بلکہ ذہنی انقلاب سے اس کو شکست دے سکتے ہیں۔ اس لیے وہ عارضی مشکلات سے گھبراتے نہیں اور نہ ہی اپنے مقصد سے پیچھے ہٹتے ہیں بلکہ اپنی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ براہوتے ہیں۔ وہ اپنے بہتر مستقبل سے مایوس
نہیں بلکہ انھیں تاریک رات کے آخر میں روشن صبح کی کرن نظر آتی ہے۔

"ساری دنیا میں گھنی رات کا سناٹا ہے
صحن زنداں میں ملے صبح کے آثار مجھے" (۱۱)

مصطفی زیدیؔ ظلم و بربریت اور جبر کے اندھیرے سے گھبرا کر منزل کا تعاقب نہیں چھوڑتے بلکہ اندھیرے کے بعد طلوع ہونے والی صبح کا انتظار کرتے ہیں۔ زیدیؔ کی شاعری میں انقلابی عناصر کی موجودگی ان کی ذہنی صلاحیتوں اور شخصی محرکات کی بدولت ہے مگر انہوں نے اس خارجی موضوع کے استعمال میں بھی شاعرانہ لوازمات کا خیال رکھا، اسی وجہ سے ان کی ترقی پسندانہ شاعری میں جوشؔ اور علی سردار جعفری کی طرح نعرہ بازی اور پروپیگنڈا نہیں ہے بلکہ پُر تاثیر لب و لہجہ ہے۔

"دبا رکھو یہ لہریں ایک دن آہستہ آہستہ
یہی بن جائیں گی تمہید طوفاں دیکھتے رہنا" (۱۲)

بلاشبہ مصطفیٰ زیدیؔ کی شاعری میں انقلاب ایک مستقل موضوع ہے مگر ان کی غزل میں نعرہ بازی اور پروپیگنڈا کی صورت مفقود ہے ماسوائے چند اشعار کے، ان کی رومانیت انقلاب کے تیز آہنگ کے ساتھ مل کر سُر اور لے کا حسین امتزاج پیش کرتی ہے اور زیدیؔ کی ترقی پسندی اور رجائیت ایک ساتھ چلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue I, (May to June 2022)

"اس قدر اب غمِ دوراں کی فراوانی ہے
تو بھی من جملہ اسباب پریشانی ہے"(۱۳)

زیدیؔ انسانیت کے غم میں اس قدر گم ہو چکے ہیں کہ انھیں اپنے غموں اور دکھوں کی پرواہ نہیں رہی۔ ان کے ہاں فیضؔ کی طرح غمِ دوراں اور غمِ جاناں یکجا دکھائی دیتے ہیں۔ جوں جوں زیدیؔ کی فکر ارتقائی مراحل سے گزرتی ہے اس میں ہلکی سی تلخی نظر آتی ہے۔ اب وہ کھل کر سامراجی نظام کے خلاف بولتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ "موج میری صدف صدف" میں شامل غزلیات میں ان کے انقلابی اشعار میں بغاوت کی بو محسوس کی جا سکتی ہے۔

"سحر جیتے گی یا شامِ غریباں دیکھتے رہنا
یہ سر جھکتے ہیں یا دیوارِ زنداں دیکھتے رہنا
ہر اک اہلِ لہو نے بازیٔ ایماں لگا دی ہے
جواب کی بار ہو گا وہ چراغاں دیکھتے رہنا"(۱۴)

زندان یا دیوارِ زندان اور قید و قفس ظلم و جبر کی علامات ہیں جبکہ زیدیؔ ایک اچھے اور منصفانہ نظامِ حکومت کو سحر سے تعبیر کرتے ہیں اور شامِ غریباں سے مراد واقعہ کربلا کے پس منظر میں کٹھن اور مشکل دور میں سے ایک ظالم اور جابر حکمران کے سامنے ڈٹے رہنے والے حضرت حسینؓ کی مثال دیتے ہوئے اس چیز کا ارادہ کرتے ہیں کہ جس طرح حسین علیہ السلام نے یزیدیت کے سامنے سر نہیں جھکایا آج کے ظالم اور جابر حکمران بھی انھیں سر جھکانے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ وہ سر جھکانے کی بجائے زندان کی دیواروں سے سر مار کر جان دینے کو اہمیت دیں گے، مگر ظلم کے ساتھ نہیں دیں گے۔ آمریت کے دور میں کھلم کھلا ایسا رد عمل ظاہر کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اس لیے زیدیؔ علامات کا سہارا لے کر خوبصورت انداز میں وقت کے فرعونوں کو پیغام دیا کہ ان کے مقاصد پورے نہیں ہوں گے۔

مصطفی زیدیؔ کی غزلوں میں جو چیز نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کی نظر سیاسی اور سماجی نظام پر تھی، اُن کی شاعری کے آخری مجموعے میں ان کی سوچ، سماجی اور ترقی پسندانہ خیالات ایک کائناتی لہجے

میں ڈھل جاتی ہے۔ اور ان کی شاعری محض ہنگامی اور عارضی نہیں رہ جاتی بلکہ اس میں آفاقیت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔

"سفینہ ڈوب گیا لیکن اس وقار کے ساتھ
کہ سر اٹھا نہ سکا پھر کہیں کوئی گرداب

حدودِ مے کدہ و مدرسہ گرا نہ سکے
یہ مجرمانِ کلیسا یہ عارفانِ کتاب"(۱۵)

"کوہِ ندا" تک پہنچتے پہنچتے زیدیؔ کی شاعری ان کی فکر کا نقطہ عروج اور ان کے تصورات و نظریات کا صحیفہ کہا جا سکتا ہے۔ جہاں ان کے غالب رجحانات مکمل طور پر سامنے آتے ہیں جن کی بدولت ہم نہ صرف ان کی شاعری کے فلسفے کو سمجھ سکتے ہیں بلکہ ان کی نئی نفسیاتی کیفیات اور ذہنی پیچیدگیوں کا ادراک بھی کر سکتے ہیں۔

اب تک مصطفیٰ زیدیؔ پر جتنا بھی لکھا جا چکا ہے اُس میں ان کی شخصیت کو موضوع بنایا گیا ہے جو کہ مجموعہ اضداد تھی۔ جس کے بارے میں ناقدین بہت کچھ لکھ چکے ہیں یا پھر ان کی شاعری میں جس موضوع کو ہدفِ تنقید بنایا جاتا رہا وہ جنس ہے لیکن اب تک ان کی شاعری میں پوشیدہ بغاوت اور انقلاب جیسے اہم پہلوؤں کو موضوعِ بحث نہیں بنایا گیا اس لیے اس آرٹیکل میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اُن کی شاعری کے نئے پہلوؤں کو منظرِ عام پر لایا جائے تاکہ ان کے مقام و مرتبے کو اجاگر کیا جا سکے۔

حوالہ جات

۱. مرا حامد بیگ، مصطفےٰ زیدیؔ کی کہانی، پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص۔۹
۲. مرزا حامد بیگ، مصطفیٰ زیدیؔ کی کہانی، پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈز، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص۔۱۰۰
۳. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، روشنی، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔۲۶
۴. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔۸، ۱۰
۵. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، موج میری صدف صدف، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔۵۶، ۵۷

٦. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، شہر آذر، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۱۶۲
۷. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۳۴
۸. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، شہر آذر، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۱۶۳
۹. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، موج میری صدف صدف، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۹۴
۱۰. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۳۷
۱۱. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۴۶
۱۲. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، موج میری صدف صدف، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۹۶
۱۳. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۲۷
۱۴. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، موج میری صدف صدف، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۹۶
۱۵. کلیاتِ مصطفیٰ زیدی، قبائے ساز، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۔ ۷۹